بوم - باورک اور اُس کی کتاب

"سود کے نظریات کی تاریخ و تنقید"

ایک تعارف!

مولانا فضل الرحمٰن صاحب ایم اے، ال ال بی (علیگ)
لکچرر شعبۂ دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

یوجین فان بوم - باورک (EUGEN VON BÖHM-BAWERK) (۱۸۵۱ء - ۱۹۱۴ء) آسٹرین ماہرِ اقتصادیات اور سیاست داں، ایک بڑے افسر کا بیٹا تھا، وی آنا (VIENNA) یونیورسٹی کے مدرسۂ قانون سے سندِ فراغ لینے کے بعد سرکاری ملازمت میں داخل ہوا۔ ۱۸۸۱ء میں یونیورسٹی آف اِنس برک (INNSBRUCK) میں معاشیات کا پروفیسر مقرر ہوا، اور کچھ عرصہ بعد وزارتِ مالیات نے اسے سرکاری ملازمت پر واپس بلالیا، تاکہ ان قانونی اقدامات کی تیاری کی نگرانی اس کے سپرد کردی جائے جن کا تعلق بلاواسطہ محاصل کاری سے تھا، اور جنھیں ۱۸۹۶ء کی اصلاحات نے نافذ کیا تھا۔ ۱۸۹۵ء میں اسے وزیرِ مالیات کا ذمہ دار عہدہ سونپ دیا گیا۔ اس عہدہ پر اُس کا تقرر دوسری مرتبہ ۱۸۹۷ء میں اور تیسری مرتبہ ۱۹۰۰ء میں ہوا۔ بوم - باورک کا نام آسٹریا کی مالیاتی تاریخ کے اس زریں دور سے وابستہ ہے جس کی نمایاں اور امتیازی خصوصیات حالات کا دیانت دارانہ اور دُور رس نتائج کا حامل انتظام، ماہرانہ بجٹ کاری، تعمیری قانون سازی، روز افزوں اصلاحات اور عوامی قرضوں کی کامیاب تحویل ہیں۔ یہ کامیابیاں انتہائی نامساعد حالات میں حاصل کی گئی تھیں جبکہ بوم - باورک کا تعلق ذاتی طور پر کسی سیاسی جماعت سے بھی نہ تھا۔

سنہ ۱۹۰۴ء میں اس نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا کیوں کہ فوجی تخمینے کے بارے میں کچھ اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا۔ بعد میں اس نے اور کئی اہم عہدوں کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور اپنی زندگی کا آخری حصہ وی آنا یونیورسٹی کے پروفیسر کی حیثیت سے گزارنے کو ترجیح دی، چنانچہ سنہ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۱۴ء تک بوم۔ باورک یک سوئی اور انہماک سے تدریس کے کام میں مصروف رہا۔ بوم باورک کی حقیقی علمی جدّوجہد کا دور گویا اب شروع ہوا۔

بوم باورک ذہین وطباع ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجے کے تنقیدی شعور کا مالک تھا تاہم اس کی تنقیدی صلاحیتیں اس کی ذہانت وطباعی پر غالب تھیں۔ اس نے اپنی عمر کے ابتدائی حصے میں KARL MANGER کی تعلیمات کا اثر قبول کیا تھا۔ بعد میں اس نے اپنی قابلیت کو قدر کے داخلی نظریے (SUBJECTIVE THEORY OF VALUE) کو پروان چڑھانے پر مرکوز کر دیا۔ اس نظریے کی کامیابی اور تشکیل اکثر و بیشتر اسی کی مساعی کی رہینِ منّت ہے۔ اس کے کام کا وہ حصہ جو بلا شرکتِ غیرے اسی کی کوششوں کا ثمرہ ہے، غلط اور ناقص طور پر سود کے نظریئے سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ یہ نظریہ نہ صرف تقسیمِ دولت کا ایک مکمل نظریہ ہے بلکہ پورے معاشی عمل (ECONOMIC PROCESS) کا نظریہ ہے۔ شُومپیٹر (SCHUMPETER) کے بقول "اس نظریئے کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ زمانے کے عنصر کو اس میں دو مقداروں سے متعلق کر کے دیکھا گیا ہے، اموالِ صارفین کے موجودہ ذخیرے کی مقدار اور انہیں اموال کی وہ مقدار جس کا حصول مختلف المیعاد پیداواری ادوار سے متوقع ہے۔ مسئلۂ سود کا مشہور حل اسی تحلیل و تجزیہ کے بہت سے نتائج میں سے صرف ایک نتیجہ ہے۔ اس تحلیل و تجزیہ کے امکانات اربابِ نظر کو ہنوز دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔ بوم باورک نے نہ صرف اپنے حامیوں بلکہ مخالفوں کے فکر کو بھی بے حد متاثر کیا ہے۔"[1]

بوم باورک کا زندگی بھر کا کام ایک مربوط الاجزا کُل کی حیثیت رکھتا ہے، ایسے مضامین جو کسی وقتی

---

[1] JOSEPH A. SCHUMPETER : TEN GREAT ECONOMISTS - FROM MARX TO KEYNES, LONDON, ALLEN AND UNWIN, 1952, PP. 165 ET SEQ.

خارجی تقاضے یا دباؤ سے متاثر ہو کر لکھے گئے ہوں اور جو اکثر لکھنے والوں کا تمام تر سرمایہ ہوتے ہیں اس کے یہاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس کا ذہن اس بارے میں نہایت صاف تھا کہ اس طرح کے مضامین اگرچہ اہم اور ضروری ہوں مگر کسی فن میں قابلِ قدر اضافے کے لئے اس کے بنیادی مباحث پر مفصل تصنیف کے بغیر چارہ نہیں۔

بوم باورک کو عمرانی۔ معاشی عمل کے مطالعے کی طرف ۲۴ سال کی عمر میں توجہ ہوئی، اس وقت تک وہ اپنے آپ کو کارل مینجر سے وابستہ سمجھتا تھا اور اس کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ وہ کسی نئے مدرسۂ فکر کی بنیاد ڈالے مگر اب اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے کارل مینجر کے اثرات سے آزاد ہو کر کام کرنا ہے، بوم باورک کے ذہنی سفر کی راہ کارل مینجر کے تعمیر کردہ تصورات سے ہوتی ہوئی معاشیات کے ان عظیم ترین مسائل تک پہنچی جو ہنوز حل طلب تھے، یہاں اس نے اپنے خیالات کو مینجر کے تصورات سے متحد کر کے معاشی عمل کا ایک جامع نظریہ پیش کیا۔ اس مسئلے پر اس نے اتنی تن دہی سے کام کیا کہ اس کا شمار معاشیات کے ان ماہرینِ فن میں سے کیا جاتا ہے جن کی عظمت اپنے فن میں زمانے کی قیود سے بالا تر ہے۔

بوم باورک کے پیش کردہ معاشی عمل کے نظریئے کی بنیاد اگرچہ مینجر پر تھی مگر اس نے اس کو ایک ایسے مسئلے کے نقطۂ نظر سے پروان چڑھایا تھا جس کا حل اس کے خیال میں ابھی تک دریافت نہ ہوا تھا۔ یہ تھا سود کا مسئلہ، یعنی اس خالص آمدنی (NETT INCOME) کا مسئلہ جو سرمایہ پر حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ مسئلہ معاشیات کا سب سے اہم اور ساتھ ہی مشکل ترین مسئلہ ہے، اگرچہ اس عامۃ الوقوع مسئلے کی پیچیدگیاں اور نزاکتیں عوام الناس کو سمجھانا سخت دشوار ہے تاہم اس میں جو اشکال ہے اس کا کچھ اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صدیوں کی کاوش بھی اب تک اس کا کوئی اطمینان بخش حل پیش کرنے سے عاجز رہی ہے، اس کی اہمیت کا راز اس واقعے میں مضمر ہے کہ سرمایہ داری کی حقیقت اور مفہوم کے بارے میں ہماری تقریباً تمام تر بصیرت اور رجحان اس امر پر موقوف ہے کہ سود اور منافع کے مفہوم اور عمل کے بارے میں ہمارا کیا نظریہ ہے۔

بوم۔ باورک سے پہلے اسے واضح طور پر سمجھنے کی کوشش صرف کارل مارکس کے یہاں ملتی ہے، مارکس کا سارا نظام علمی حیثیت سے سود اور منافع کے ایک نظریئے کے علاوہ اور کچھ نہیں ــــ باقی جو کچھ بھی ہے وہ کم وبیش اسی

نظریئے کا نتیجہ اور ماحصل ہے۔

بوم۔ باورک نے جس ماحول میں اپنے کام کا آغاز کیا تھا وہ ایسے اربابِ فکر کے لئے قطعاً سازگار نہ تھا جن کے فکر میں وسعت پذیری اور ہمہ گیری کا رجحان ہو اور جو ایک قطعیت پسند اصولی کی فطرت لے کر پیدا ہوئے ہوں۔ تحلیلی تحقیق کے مقاصد کا شعور وہاں عام طور سے مفقود تھا۔ اس امر کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ معاشیات نسبتاً ایک نومولود علم ہے اور اس علم پر جو پہلی بہار آئی اس کی چمن بندی جرمنی میں بہرحال نہیں ہوئی تھی۔ تحلیلی طرزِ فکر کے لئے جو بوم۔ باورک کی خصوصیت ہے، جرمنی کی سرزمین زمین شور ثابت ہوئی تھی، اور حقیقت یہ ہے کہ وہاں اس وقت تک اسے سمجھا ہی نہیں گیا تھا۔ اس بات کی طرف اشارہ کرنا دل چسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جرمن ماہرینِ معاشیات کی دل چسپیوں کا محور سماجی اصلاح رہی ہے، ان کی تمام تر توجہ عملی مسائل اور انتظامی تکنیک پر مرکوز رہی ہے۔ خالص علمی دل چسپی جس حد تک بھی موجود تھی اس کا تعلق صرف معاشی تاریخ سے تھا۔ محض نظریات سے دل چسپی رکھنے والے کا کوئی مقام جرمنی میں نہ تھا اور تحلیلی نوعیت کے کاموں کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا وہاں کے ماہرینِ معاشیات کے لئے ازبس دشوار تھا۔ اس صورتِ حال نے بوم۔ باورک کے کام کو مزید مشکل بنا دیا تھا۔ سوچنے کے تجریدی انداز کو قابلِ قبول بنانا اپنی جگہ خود ایک بڑا کام تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بوم۔ باورک کو نہایت ابتدائی تصورات پر بھی مفصل گفتگو کرنا پڑی، وہ اس مفروضے پر کام نہیں کر سکتا تھا کہ استدلال کی فلاں درمیانی کڑیاں یا مقدمات پڑھنے والوں کے ذہنوں میں ہوں گے، اتنا ہی نہیں بلکہ علمی دنیا کو یہ ذہن نشین کرانے کے لئے کہ مسئلے کی نوعیت و حقیقت کیا ہے اسے سخت جدوجہد کرنا پڑی اور اکثر کو تو یہ بھی سمجھانا پڑا کہ واقعتاً کوئی حل طلب مسئلہ موجود بھی تھا۔ مذکورہ صورتِ حال کے پیشِ نظر بوم۔ باورک کو یہ ضروری معلوم ہوا کہ پڑھنے والوں کے سامنے اپنا ہر مفروضہ اور اپنے استدلال کی ہر کڑی کو پیش کر دے اور اپنے نظامِ فکر کی تعمیر کی راہ کے ہر روڑے کو دور کر دے۔ اس نظام میں بہت سے مشکل اور نزاعی تصورات بھی تھے جو اصل مسئلے، یعنی سود اور منافع کے مسئلے سے براہِ راست متعلق تھے اس کا ایک مطمحِ نظر یہ بھی تھا کہ سود کے نظریئے کے بارے میں جو بے شمار کوششیں ہوئی ہیں ان کے بارے میں یہ واضح کر دے کہ یہ سب ناکام و ناتمام ہیں۔ تاکہ اس کے پیش کردہ نظریئے کی طرف لوگ متوجہ ہو سکیں۔

بوم - باورک کو نہایت سادہ اور ابتدائی تصورات کے بارے میں بھی سخت دشواریاں پیش آئیں۔ تخلیقی ذہانت رکھنے والوں کے لئے تعریفات ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ نئے خیالات بجلی کی طرح ذہن میں کوندتے ہیں اور تعریفات کی قیود سے بے نیاز ہوتے ہیں، تعریفات کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب آدمی ان خیالات کا انطباق کرتا ہے اور اس وقت تو وہ ناگزیر ہو جاتی ہیں جب انسان کے پیش نظر ان خیالات کی تشریح و تحلیل ہو، بوم باورک نے اسی ضرورت کے پیش نظر اس قدیمی اختلافی مسئلے کو چھیڑا کہ معاشیات میں "مال" (ECONOMIC GOOD) کا تصور کیا ہے - اس کی پہلی تصنیف RECHT UND VERHÄLTNISSE VOM STANDPUNKTE DER VOLKS WIRTSCHAFTLICHEN GÜTERLEHRE (INNSBRUCK, 1881) اسی مسئلے سے بحث کرتی ہے، اس مسئلے کے بعد اس کے سامنے دو[2] بڑے سوال تھے۔ معاشیات کے کسی فکری نظام کا بنیادی تشریحی اصول ہمیشہ قدر کا کوئی نظریہ (THEORY OF UALUE) ہوتا ہے۔

معاشی دنیا کا تصور جو کسی اصولی کے ذہن میں ہوتا ہے وہ اسی تصورِ قدر کے تابع اور اس پر مبنی ہوا کرتا ہے

دوسرا کام سود اور منافع کے نظریئے سے متعلق تھا، اِدھر اُدھر کی غیر متعلق بحثوں کو صاف کر کے بوم - باورک کو یہ دکھانا تھا کہ ابھی تک ایک بڑا مسئلہ حل طلب شکل میں باقی تھا۔

پہلا کام سرانجام دینے کی صورت یہ تھی کہ مینجر کے تصورات کی تشریح کی جائے اور اُن پر وارد ہونیوالے اعتراضات کو دفع کیا جائے۔ ۱۸۸۶ء میں اس نے دو مقالے لکھے اور نظریۂ قدر کی تشریح کی

(GRUNDZÜGE DER THEORIE DES WIRSTSCHAFTLICHEN GÜTERWERTERS)

ان مقالوں نے اس کے اثباتی نظریئے کے لئے راہ ہموار کی اور اسے نظری معاشیات کے بانیوں کی صف میں داخل کر دیا - جب سے بوم - باورک کا نام افادہ مختتم کے نظریئے (THEORY OF MARGINAL UTILITY) سے ایسا وابستہ ہوا ہے کہ مخالف و موافق دونوں بوم، باورکی نظریۂ قدر، بولتے اور لکھتے ہیں، جس سے مراد اس کا قدر کا وہ داخلی نظریہ ہے جس کی پُر زور وکالت وہ مدت العمر کرتا رہا۔

GRUNDZÜGE کی اشاعت سے پہلے بوم - باورک کی وہ مشہور کتاب جس کو معاشیات کی تاریخ میں عظیم ترین

GESCHICHTE UND KRITIK DER تنقیدی کاوش کی حیثیت حاصل ہے یعنی

KAPITALZINSTHEORIEN (KAPITAL UND KAPITALZINS, VOL, I.)

IST. ED., INNSBRUCK, 1884)

شائع ہوکر خراجِ تحسین حاصل کر چکی تھی۔ یہ کتاب جس کا مفصل ذکر ہم آگے کریں گے، بوم باورک کی دوسری کتاب

DIE POSITIVE THEORIE DES KAPITALS (PREFACE DATED

NOV. 1888; PUB. 1889; ENG. TR. BY W. SMART 1891)

کا پہلا حصہ بلکہ درحقیقت اس کا مقدمہ تھی، اس کتاب میں بوم۔ باورک نے سود کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا۔ بعد کے لوگ اس کے استدلال کے مقدمات کے بارے میں جو رائے بھی قائم کریں تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ایک شاندار کاوش ہے اور معاشیات کے فن کو اس کتاب میں اس کی انتہائی بلندیوں تک پہونچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ "اثباتی نظریہ" کا پہلا ایڈیشن ۱۸۸۹ء میں نکلا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا، اور حرف بحرف پہلے ایڈیشن کے مطابق تھا۔ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۰۹ء تک بوم۔ باورک نے پوری کتاب پر نئے سرے سے غور و فکر کیا۔ پانچ سال کی محنتِ شاقہ کے بعد ایک ایک شق پر نظرثانی کے بعد اس نے تیسرے ایڈیشن کی شکل میں پھر اپنی کتاب کو پیش کیا۔ اس ایڈیشن میں بنیادی اور اساسی مسائل میں اگرچہ کوئی تبدیلی نہیں ملتی تاہم یہ ایک نئی کتاب ہے۔ کتاب کے صرف چند اجزا ایسے ہیں جن میں ردوبدل نہیں کیا گیا ورنہ ہر جگہ کچھ نہ کچھ اضافہ ملتا ہے۔ بعض مسائل اور موضوعات پر زیادہ تفصیل سے کلام کیا گیا۔ چنانچہ دو ضمیموں کے علاوہ تفصیلی بحث پر مشتمل بارہ تتموں کا اضافہ بھی کیا گیا۔

اسی سلسلۂ بحث کا ایک ٹکڑا، جس کا اضافہ کتاب میں نہ ہو سکا، ایک مقالے کی شکل میں سامنے آیا، جس کا عنوان تھا MACHT ODER ÖKONOMISCHES GESETZ اس میں بوم۔ باورک نے اس دعوے کا جائزہ لیا تھا کہ معاشی عمل صرف معاشی قدر سے متعین نہیں ہوتا بلکہ طبقات کی سماجی قوت سے ہوتا ہے۔ علاوہ بریں اس میں نظریۂ اجرت کے بعض اہم سوالات کی بھی تحلیل کی گئی۔

کام کے نقشے سے تعلق رکھنے والا بوم۔ باورک کا صرف ایک مقالہ اور ہے، اور اس کا موضوع ہے

مارکس کی تنقید۔ یہ مقالہ ZUM ABSCHLUSS DES MARXSCHEN SYSTEMS کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کی اشاعت DAS KAPITAL کے تیسرے مجلد کے بعد KARL KNIES کے اعزاز میں بطور یادگار کے عمل میں آئی (برلن ۱۸۹۶ء؛ روسی ترجمہ، سینٹ پیٹرس برگ ۱۸۹۷؛ انگریزی ترجمہ لندن ۱۸۹۸)۔ یہ تنقید اس اعتبار سے اہم ہے کہ اگرچہ مارکس پر تنقید کرنے والے بیشمار ہوئے ہیں مگر ان میں سے اکثر دو میں سے ایک خامی کے شکار تھے: یا تو ان کی دل چسپی کا اصل میدان مارکس کے معاشی کام کے علمی حصے کے دائرے سے باہر تھا جس کی وجہ سے وہ اُن مباحث میں اُلجھ جاتے ہیں جو اس علمی حصے سے بے تعلق ہیں مثلاً تاریخی، سیاسی اور فلسفیانہ مباحث، یا وہ اپنے فن میں اس درجے کے آدمی نہیں جو مصنف اور اس کی کتاب کو حاصل ہے، لیکن بوم۔ باورک کے بارے میں ان دونوں میں سے کوئی بات کہنا مشکل ہے۔

بوم۔ باورک کے کام کے جائزے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے معاشی نظام اور اس کے کارناموں اور خیالات کی وضاحت اس کے "اثباتی نظریئے" کے مطالعے سے ہی ہو سکتی ہے۔ نظری معاشیات کے صرف چند مسائل ایسے ہیں جن سے وہ اپنے "اثباتی نظریئے" میں تعرض نہیں کرتا۔ یہ مسائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ عُمرانی۔ معاشی زندگی کا بنیادی عمل ایک بے تعلق (ISOLATED) نظمِ معیشت کے نمونے کے ذریعے واضح کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ایک ایسا نظریہ بھی ہے جو متعدد نظامہائے معیشت کے باہمی تعلقات پر حاوی ہے تاہم اس سے عُمرانی۔ معاشی عمل کی حقیقت سمجھنے میں مدد نہیں ملتی۔ بوم باورک کی دل چسپی اسی حقیقت سے تھی اس لئے وہ بے تعلق نظمِ معیشت کے اندر رہ کر ہی کام کرتا ہے۔ اس کے کام کے اصلی ڈھانچے میں بین الاقوامی اقدار کا نظریہ نہیں پایا جاتا۔

۲۔ ۱۹۱۴ء میں اس نے جن تین مقالوں کو شائع کیا ان میں بھی صرف ایک اشارہ مسئلۂ زر کی طرف ملتا ہے (جس سے پتہ چلتا ہے کہ زر کا مقداری نظریہ اس کے نزدیک ناقابلِ تردید حقیقت کا حامل ہے) لیکن زر کی بابت وہ ہمیں کوئی نظریہ فراہم نہیں کرتا۔

۳۔ اس کا اثباتی نظریہ ان متخصصانہ جستجوؤں سے اپنا دامن بچا کر گزر جاتا ہے جو نظری طور سے قیمت اور تقسیم دولت کے نظریئے کا انطباقِ محض ہیں۔

۴- تجارتی دوائر (CYCLES) کے مسئلے پر بھی اثباتی نظریہ ہمیں کچھ نہیں دیتا شاید اس لئے کہ بوم- باورک کے نزدیک معاشی بحرانات معاشی عمل کے عارضی اختلافات ہیں۔

۵- آبادی کے مسئلے پر بھی بوم- باورک کے یہاں کچھ نہیں ملتا۔

مذکورۂ بالا مسائل کو چھوڑتے ہوئے اثباتی نظریۂ معاشیات کے سارے نظری میدان پر حاوی ہے۔ قدر، قیمت، اور تقسیم یہ تین محور ہیں جن کے گرد پورا نظریہ گردش کرتا ہے۔

بوم- باورک کا مقابلہ بعض اوقات مارکس سے کیا جاتا ہے- ان دونوں میں متعدد وجوہ سے نمایاں فرق ہے۔ مارکس کے نام کے ساتھ سیاسی جذباتیت وابستہ ہے اور اس کے خیالات اور افکار کے پیکر پر کچھ ایک دوسری قسم کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ اس کے نام کو سماجی تحریکات اور خاص قسم کے مصطلحات و طرز ادا سے علیحدہ کرنا ناممکن ہے۔ مارکس کا علمی کام ان چیزوں اور ان کے مانند کتنی ہی دوسری باتوں کے بوجھ تلے دب کر رہ گیا ہے- بوم- باورک اس کے برخلاف خالص علمی دنیا کا آدمی معلوم ہوتا ہے- یہاں سیاسی طوفان اور جذباتیت مفقود ہیں- اس کے علمی افکار پر بعض خصوصی اصطلاحات کی دھند چھائی ہوئی نہیں معلوم ہوتی اور نہ اس کے پاس مارکس کا سا عوام کو اپیل کرنے والا کوئی پلیٹ فارم ہے- بایں ہمہ دونوں ایک دوسرے سے متعدد امور میں مشابہ ہیں- دونوں کا مطمح نظر ایک ہے- دونوں نے فنِ معاشیات کے ملتے جلتے احوال و ظروف کے تحت اور اس یقین کے پیشِ نظر کہ سود اور منافع کے مسائل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، عمرانی- معاشی عمل کے مطالعے کی بنیاد انھیں دونوں کو بنایا- دونوں نے اپنے پیشرؤوں کی فراہم کردہ بنیادوں پر اپنے خیالات کا ڈھانچہ تیار کیا اور دونوں ہی کے کام فنِ معاشیات کی تاریخ میں اس اہمیت کے حامل ہیں کہ ان سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔

علمی دنیا نے بوم- باورک کی تخلیقی قوتوں سے زیادہ اس کی تنقیدی ذہانت کی داد دی، اور اس کے سود کے نظریے سے زیادہ اس کے تنقیدی کام کی اہمیت کا اعتراف کیا- اس کا یہ تنقیدی کارنامہ جو معاشیاتی تنقید کا اہم ترین کارنامہ ہے جیسا کہ بتایا گیا "سود کے نظریات کی تاریخ و تنقید"[۱] کی شکل میں ہمارے

---

[۱] بوم- باورک کی اہم ترین تصنیف KAPITAL UND KAPITALZINS (سرمایہ اور سود) کے دو حصے ہیں:

(باقی بر صفحہ ۱۱ ملاحظہ)

ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب کے بارے میں شوم پیٹر "معاشیات کی عظیم ترین تنقیدی کاوش" کے الفاظ استعمال کرتا ہے، اور لکھتا ہے کہ "اس کتاب نے اگرچہ فی الفور قبولِ عام کی سند حاصل کرلی تاہم ہم پیشہ رفقاء کی بلند آہنگ تعریف و ستائش بھی، جس میں مرورِ زمانہ کے ساتھ روز افزوں اضافہ ہوتا رہا، اس ثناخوانی کے سامنے ماند پڑجاتی ہے جس کی خاموش مگر مؤثر شہادت اس کتاب کا بے پناہ اثر و نفوذ دیتا رہا ہے۔ یہ کتاب جو تخلیقی تحلیل و تجزیہ کا ایک زندۂ جاوید شاہکار اور ہمارے فن کی شاہراہ کا ایک سنگِ میل ہے۔ سود کے نظریات پر انتقادیات کا ایک پورا سلسلہ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ جن میں سے ہر ٹکڑا اعلیٰ فنی مہارت کا ایک بیش بہا نمونہ اور کمالِ فن کا ایک لاثانی شہ پارہ ہے۔ یہ کتاب نہ ان معاشرتی اور تاریخی احوال کا ذکر کرتی ہے جن میں ان نظریات نے جنم لیا اور نہ اس میں تعبیر و تشریح کے عوض فلسفیانہ گل کاریاں، اور موشگافیاں نظر آتی ہیں۔ حتیٰ کہ مرکزی موضوعِ بحث کے میدان میں فکر کی تاریخ کو بھی ثانوی حیثیت دی گئی ہے مصنف متعدد ممکن کاموں میں سے صرف ایک کو اپنی تمام تر توجہ کا ہدف اور مرکز بناتا ہے۔

وہ فرداً فرداً سود کے ہر نظریے پر اس طرح غور و فکر کرتا ہے کہ اپنی بحث کو اس کے صرف جوہری اجزائے ترکیبی تک محدود رکھتا ہے۔ ان اجزائے ترکیبی کو وہ کمالِ مہارت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ بے جھجک ہوکر اس کی اصولی تعلیمات کا جائزہ لیتا ہے۔ اور اس عمل میں وہ صرف چند سادہ مگر فیصلہ کن دلائل

بقیہ صفحۂ گذشتہ :- GESCHICHTE UND KRITIK DER KAPITALZINS THEORIEN (سود کے نظریات کی تاریخ و تنقید) (انس برگ ۱۸۸۴، تیسرا ایڈیشن ۱۹۱۴) اور ۲: POSITIVE THEORIE DES KAPITALES (سرمایے کا اثباتی نظریہ) (انس برگ ۱۸۸۹، تیسرا ایڈیشن ۱۹۰۹)۔ دونوں حصوں کو (۳ جلدوں میں، JENA 1921) فریڈرک ویسٹر کے مقدمے کے ساتھ دوبارہ طبع کیا گیا۔ پہلے حصے کے پہلے ایڈیشن کا انگریزی ترجمہ ڈبلیو اسمارٹ (W. SMART) نے CAPITAL AND INTEREST (سرمایہ اور سود) (لندن ۱۸۹۰ء) کے نام سے کرکے شائع کیا اور دوسرے کا POSITIVE THEORY OF INTEREST (سرمایے کا اثباتی نظریہ) (لندن ۱۸۹۱ء) کے عنوان سے پہلے حصے یعنی "سرمایے اور سود" کے انگریزی ترجمے کو ۱۹۵۷ء میں کیلی اور مل مین نے نیویارک سے مکرر طبع کرایا۔ پہلے حصے کے دوسرے ایڈیشن میں جو اضافے ہوئے ان کا یکجائی انگریزی ترجمہ W. A. SCOTT اور FEILBOGEN نے RECENT LITERATURE ON INTEREST (سود پر جدید لٹریچر) (۱۸۸۴-۱۸۹۹ء) (نیویارک ۱۹۰۳) کے نام سے کیا۔ بوم باورک کی دوسری اہم مختصر تصانیف کو F. X. WEISS نے دو جلدوں میں (وی آنا ۱۹۲۴-۲۶ء) GESAMMELTE SHRIFTEN

استعمال کرتا ہے۔ اپنی قوت ضائع کئے بغیر، جو سب سے سیدھی راہ ممکن ہے اس پر چلتے ہوئے، نہایت شان کے ساتھ وہ ایک کے بعد ایک نظریے کو اپنی تنقید کے تیروں سے چھلنی کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اس کی تباہی کے اسباب وعلل کی پوری وضاحت کے بعد۔ ایک لفظ ضائع کئے بغیر بلکہ ایک بھی غیر ضروری لفظ کے استعمال سے پرہیز کرتے ہوئے وہ دوبارہ اپنا سفر جاری کر دیتا ہے۔ اصولی اور بنیادی امور کو پوری قوت سے گرفت میں لینے اور غیر متعلق امور کو نظر انداز کرنے کا فن سکھانے کے لئے اس سے بہتر کتاب نہیں مل سکتی"[1]

بوم۔ باورک نے اس کتاب میں سود کے نظری مسئلے کو حل کرنے کی کاوشوں کا بھرپور جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ سود کا نظری مسئلہ صرف اتنا ہے کہ سود کیا ہے؟ یا سرمایے پر سود کیوں ملتا ہے اور ان دونوں کا باہمی تعلق کس نوعیت کا ہے؟ دوسرے الفاظ میں سود کی معاشیاتی حقیقت وماہیت کیا ہے؟ بوم باورک اس سوال کے جواب سے سروکار رکھتا ہے۔ وہ سود کے معاشرتی مسئلے سے سروکار نہیں رکھتا۔ سود کا معاشرتی مسئلہ یہ ہے کہ سود معاشرے کے لئے مفید ہے یا مُضر؟ اس کی منفعت کے پیش نظر اسکی اجازت ہونی چاہیئے یا اس کے مفاسد کو دیکھتے ہوئے اسے ممنوع قرار دیا جانا چاہیئے؟ سود کے نظری اور معاشرتی مسئلوں کے ربط سے انکار نہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ دونوں کا مواد، استدلال اور طرز بحث جدا جدا ہے، سود کی معاشیاتی ماہیت متعین کر کے اس کے معاشرتی پہلو پر بعض اعتبارات سے زیادہ نتیجہ خیز بحث ہو سکتی ہے لیکن ان دونوں مسئلوں کو باہم گڈمڈ کرنا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں کر سکتا۔ بوم باورک کی یہ کتاب صرف سود کی معاشیاتی ماہیت کی تعیین کی کوششوں کا ایک جائزہ ہے اور اسی نظر سے اسے دیکھنا بھی چاہیئے۔

سود کی معاشیاتی ماہیت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ان گنت مفکرین نے دینے کی کوشش کی ہے۔ سود کی حقیقت اور اس کے سرچشمے کے بارے میں اور سود وسرمایے کے باہمی تعلق پر مختلف بلکہ متضاد نظریات کی صورت میں جتنا مواد ملتا ہے اتنا کسی دوسرے معاشیاتی مسئلے پر کم ہی ملے گا۔ لیکن اس کے ساتھ

---

[1] JOSEPH A. SCHUMPETER: TEN GREAT ECONOMISTS — FROM MARX TO KEYNES, LONDON, ALLEN AND UNWIN, 1952, PP. 152-153.

اس تلخ حقیقت کا بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ نظریات کی اس کثرت کے باوجود کوئی بھی نظریہ فنی اعتبار سے اس موضوع پر حرفِ آخر ثابت نہیں ہوا۔ بوم باورک نے جیسا بتایا گیا، اپنی اس کتاب میں سود کے نظری مسئلے کی تاریخ پیش کی ہے اور اس کی معاشیاتی ماہیت کے بارے میں جو مختلف نظریات پیش کئے گئے ہیں ان پر تنقید کی ہے، اس طرح بوم۔ باورک کی اس کتاب کی شکل میں ہمارے سامنے یکجائی طور پر سود کی معاشیاتی ماہیت کے بارے میں نہ صرف بوم۔ باورک کے زمانے تک کے سارے اہم اور قابلِ ذکر نظریات اور اُن کی خصوصیات آجاتی ہیں، بلکہ معاشیاتی نقطۂ نظر سے ان پر نہایت وزنی اور جان دار تنقید بھی مل جاتی ہے جس کے بعد قاری اس پیچیدہ مسئلے پر ذاتی رائے قائم کرسکتا ہے، ان اعتبارات سے یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد حیثیت کی مالک ہے۔

اس کتاب کے زیرِ نظر ترجمے کا جو آئندہ اوراق میں ملے گا، محرک یہ امر ہے کہ آج کل سود کے سلسلے میں ان حلقوں میں، جو اسلامی مطالعات کے پس منظر میں نو پیدا شدہ مسائل پر سوچ بچار کرنے، خصوصاً موجودہ معاشی مسائل کے اسلامی حل دریافت کرنے اور مروجہ نظمِ معیشت کو اسلامی نظمِ معیشت سے تبدیل کرنے کی علمی اور عملی کوششوں سے دلچسپی رکھتے ہیں، سود کے سلسلے میں بعض معرکہ آرا بحثیں چھڑی ہوئی ہیں اور مختلف حلقے اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے سود اور اس کے متعلقہ مباحث پر غور وفکر کر رہے اور لکھ لکھا رہے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ کا موقف سود کے معاشرتی مسئلے اور پہلو کے بارے میں نہایت واضح اور صاف ہے اور اس بارے میں کوئی دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ سود کی حرمت، قطعی، ابدی اور ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ شریعت کا موقف سود کے معاشرتی پہلو کے بارے میں اگرچہ نہایت واضح اور غیر مبہم ہے، تاہم یہ بھی ظاہر ہے کہ کتاب وسنت کا مقصد معاشیاتی مسائل پر فنِ معاشیات کے نقطۂ نظر سے بحث وتمحیص نہیں ہے، مگر چوں کہ سود کا معاشرتی پہلو ہی انسان کی عملی زندگی کے لئے سب سے اہم ہے اور اس پر معاشرے کے بناؤ بگاڑ کا دار ومدار ہے۔ اس بناء پر اسلام سود کے بارے میں یہ واضح اور غیر مبہم ہدایت دینے کے بعد کہ انسانی معاشرے کے لئے انتہائی مضر اور تباہ کن ہونے کی بناء پر سود ممنوع ہے، وہ سود کے نظری مسئلے یعنی اس کی معاشیاتی ماہیت کی تعین کو عقلِ انسانی کے حوالے کر دیتا ہے۔ اگر معاشیاتی ماہیت کی تعیین پر مبنی قرار دے کر

سود کے معاشرتی پہلو کو بھی محض فہمِ انسانی پر یہ مسئلہ چھوڑ دیا جاتا تو جیسے اس کی معاشیاتی ماہیت کا تعین ہنوز ایک حل طلب اور اختلافی مسئلہ ہے اس کا معاشرتی پہلو بھی انسانی سماج کے لئے انتہائی اہم ہونے کے باوجود اسی طرح کی غیر فیصلہ کن حالت کا شکار رہتا۔

بوم باورک کی یہ کتاب سود اور اس سے متعلق مسائل پر سوچتے وقت بہت سی ایسی غلطیوں اور غلط فہمیوں سے محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے جو معاشیات کے فن سے ناواقفیت یا صرف ابتدائی واقفیت رکھنے کی بناء پر کتنے ہی لوگوں کی تحریروں میں راہ پا گئی ہیں جس کی وجہ سے مسئلہ سلجھنے کے بجائے کچھ اور الجھ جاتا ہے۔ اس کتاب سے سود کے نظری مسئلے کو سمجھنے میں گراں بہا مدد ملے گی اور ساتھ ہی اس کی معاشیاتی ماہیت کی تعیین کے بارے میں کسی ایک نتیجے تک پہونچنے میں بھی یہ معین و مددگار ہوگی، جس کے بعد ہمیں شاید اس موقف کی معقولیت، افادیت اور قدر و قیمت کا زیادہ اچھی طرح احساس ہو سکے گا۔ جو اسلام نے سود کے معاشرتی پہلو کے بارے میں اختیار کیا ہے۔

چند نایاب کتابیں

اسلام کا نظامِ اراضی، مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی	۱/۵۰	عبقات - شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ	۴/۵۰
اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان، حافظ عزیز الدین مراد آبادی	۱۷/-	عجالہ نافعہ، شاہ عبدالعزیزؒ	۱۵/-
حجۃ اللہ البالغہ، اردو کامل ۲ حصے مجلد	۴۰/-	کتاب معارف السنن شرح سنن الترمذی (ابواب وتر کی شرح) از مولانا محمد یوسف البنوری	۴/-
حیات امام اعظمؒ، محمد ابو زہرہ	۱۵/-		
حیات امام احمد بن حنبل، ”	۱۰/-	معیار الحق - مؤلف مولانا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ	۱۰/-
دربارِ رسولؐ کے فیصلے،	۴/۵۰	مفردات القرآن مترجم و محشیٰ (امام راغب اصفہانی)	۴۰/-
شاہ ولی اللہؒ کا فلسفہ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ	۳/۷۵	محمدیہ پاکٹ بک (بجواب احمدیہ پاکٹ بک)	۷/-
عقائد الاسلام، مولانا عبدالحق حقانی دہلوی		مجموعہ وصایائے اربعہ	۳/۷۵
عقیدۃ الاسلام، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ	۴/۵۰		

ملنے کا پتہ:۔ مکتبۂ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶